سلسلہ : رسائلِ فتاوٰی رضویہ

جلد: دسویں

رسالہ نمبر 10

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصّلوٰۃ والصّیام ۱۳۱۶ھ

بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام

پیشکش: مجلسِ آئی ٹی (دعوتِ اسلامی)

تفاسیر الاحکام لفدیۃ الصّلوٰۃ والصّیام ۱۳۱۶ھ

(بعد از موت نماز و روزہ کے فدیہ کے تفصیلی احکام)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

اللہ رب محمد صلی علیہ وسلما

مسئلہ ۲۳۶ تا ۲۴۷: از پٹنہ محلّہ لودی کٹرہ مرسلہ قاضی محمد عبدالوحید صاحب فردوسی ۱۰ صفر ۱۳۱۶ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسئلوں میں:

(۱) موتی کے روزہ کا فدیہ جو فقہ کی کتابوں میں نصف صاع گیہوں یا ایک صاع جو لکھا ہے، اس وزن کی تطبیق اس ہندوستان کے کس وزن کے برابر کی گئی ہے، کتبِ فقہ میں جو فی روزہ دو سیر گیہوں یا چار سیر جو لکھا ہے وہ بیس ۲۰ گنڈے کے حساب سے ہے یا انیس ۱۹ گنڈے کے؟ غرض پٹنہ ضلع میں اگر کوئی شخص فدیہ دینا چاہے تو وہ کس وزن سے فی روزہ دے گا؟

(۲) چاول کا حساب کس چیز میں ہوگا گیہوں یا جو میں؟ یعنی فی روزہ چاول مثل گیہوں کے ۲ ثار یا مثل جو کے ۴ ثار دیا جائے گا؟ اور اگر چاول دیا جاسکتا ہے تو کل اقسام کے چاول ایک ہی حساب میں ہیں یا باسمتی، سلیہا، جوشاندہ مثل گیہوں کے اور موٹا چاول مثل جو کے ہے؟

(۳) دھان مثل جو کے فی روزہ چار ۴ ثار دے سکتے ہیں یا نہیں؟

(۴) فدیہ روزہ کا اگر کسی کے ذم بہت سا باقی ہے تو وہ کل بیک دفعہ بیک وقت ادا کرے یا بدفعات جزو جزو کرکے دے سکتا ہے مثلاً زید متوفی کے ذمہ ۳۰ روزوں کا فدیہ باقی ہے تو یہ ۶۰ ثار گیہوں بیک دفعہ بیک وقت دینا چاہئے یا ایک ایک دو دو کرکے ادا کردینے کا مجاز ہے کہ نہیں؟ اس میں ایک صورت یہ بھی نکلتی ہے کہ اگر زید کے ذمّہ ایک ہی روزہ کا فدیہ باقی رہے تو وہ اس دو سیر گیہوں کو پاؤ پاؤ کرکے ۸ دفعہ یا آدھ آدھ سیر کرکے ۴ دفعہ دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۵) متعدد روزوں کا فدیہ کل ایک ہی دن ایک شخص کو دے سکتے ہیں یا روز روز دوسرے دوسرے کو دینا چاہئے؟ مثلاً زید متوفی کے ذمہ دس روزوں کا فدیہ چاہئے تھا اگر یہ ادا کیا جائے تو کل ایک ہی شخص کو ایک ہی دن بیک وقت بیک دفعہ دے دے یا ایک ہی آدمی کو دس روز پیہم دے یا ایک ہی دن میں دس آدمیوں کے دے دے یا دس روز کرکے دوسرے دوسرے کو دے، اس کی چار ۴ شکلیں نکلیں، **وھوھذا:**

شکل اوّل: ایک ہی دن ایک شخص کو کل دسوں روزوں کا بیک دفعہ بیک وقت دیا جائے۔

شکل دوم: ایک ہی آدمی کو دس روزوں تک برابر دیا جائے۔

شکل سوم: ایک ہی دن میں دس آدمیوں کو دیا جائے۔

شکل چہارم: دس روز کرکے دس آدمیوں کو دیا جائے ــــ یہ چاروں شکلیں جائز ہیں یا نہیں؟

(۶) اس کے مستحق کون کون اشخاص ہیں؟ سیّد کو دے سکتے ہیں یا نہیں؟ اقربا میں جو لوگ غریب ہیں ان کو دینے کا حکم ہے یا نہیں؟ گھر کے نوکر چاکر کو اگر دیں اور مشاہرہ یا کھانے میں وضع نہ کریں تو جائز ہے یا نہیں؟

(۷) غلّہ دینا بہتر ہے یا اس کی قیمت باندھ کر جو اُس زمانہ میں نرخ بازار ہو، کون زیادہ مناسب ہے؟ اور نقد روپیہ کا بھی کل وہی حکم ہے جو غلّہ کا ہے یا فرق ہے؟

(۸) اگر کسی غریب کے ذمّہ روپیہ قرض کا باقی ہے اور فدیہ پانے کا مستحق ہے تو روپیہ فدیہ میں روزے کے دے سکتا ہے یا نہیں؟

(۹) فدیہ ادا کرتے وقت یہ لفظ کہنا چاہئے کہ یہ غلّہ یا نقد فلاں کے روزہ کا فدیہ ہے یا **انما الاعمال بالنیات**[1] (اعمال کا دار ومدار نیتوں پر ہے۔ت) کافی ہے؟

---

[1] صحیح بخاری باب کیف کان بدؤالوحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱

(۱۰) شیخ فانی اور موتٰی کے فدیہ کے احکام میں کوئی فرق ہے یا دونوں کا ایک حکم ہے، اور اگر فرق ہے تو وہ کونسا فرق ہے؟

(۱۱) اگر اپنی زندگی میں ہی روزہ قضا شدہ کا فدیہ کوئی شخص دے دے حالانکہ وہ شیخ فانی نہیں ہے تو وہ روزہ اس سے ساقط ہوگا یا نہیں؟

(۱۲) اگر زید نے انتقال کیا اور اس کے ذمّہ روزہ فرض باقی رہ گیا ہے تو اس کے وارث یا اقربا اُس روزہ کے بدلے میں روزہ رکھ سکتے ہیں یا نہیں؟ **بینوا توجروا**

الجواب:

(۱) وزن بلاد میں مختلف ہوتے ہیں لہٰذا ہم تولوں اور انگریزی روپوں کا حساب بتاتے ہیں کہ ہر شخص اپنے یہاں کے وزن رائج کو بآسانی اس سے تطبیق دے سکے، ایک روزہ یا ایک نماز کا فدیہ یا کفارہ میں ایک مسکین کی خوراک یا ایک شخص کا صدقہ فطریہ سب گیہوں سے نیم صاع اور جَو سے ایک صاع ہے۔ صاع دو سو ستر ۲۷۰ تولے ہے، نیم صاع ایک سو پینتیس ۱۳۵ تولے۔ تولہ بارہ ۱۲ ماشہ، ماشہ آٹھ ۸ رتی، رتی آٹھ چاول۔ انگریزی روپیہ سکّہ رائجہ سوگیارہ ماشے ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

اعلم ان الصاع اربعة امداد والمد بالاستار اربعون والاستار بكسر الهمزة بالمثاقيل اربعة ونصف كذافی شرح درر البحار اھ[2] ملخصاً۔	معلوم ہونا چاہئے کہ صاع چار مُد اور مُد چالیس استار اور استار (ہمزہ پر کسرہ کے ساتھ) ساڑھے چار مثقال ہے، جیسا کہ شرح درر البحار میں ہے اھ ملخصًا (ت)

صاع چار مُد ہے اور ہر مُد چالیس استار اور ہر استار ساڑھے چار مثقال، تو ہر مُد ایک سو اسی ۱۸۰ مثقال ہُوا اور مثقال ساڑھے چار ماشہ ہے ولہٰذا درہم شرعی کہ مثقال کا ۱۰/۷ سات عشر ہے۔

فی الدرالمختار كل عشرة دراهم وزن سبعة مثاقيل[3]۔	درمختار میں ہے ہر دس درہم بوزن سات مثقال کے ہے۔ (ت)

پچیس رتی اور پانچواں حصّہ رتی کا ہُوا یعنی ۳ ماشہ ۱-۱/۵ سرخ۔ جواہر الاخلاطی میں ہے:

الدرهم الشرعی وعشرون حبّة و خمس حبّة[4]۔	درہم شرعی پچیس رتّیاں اور رتی کا پانچواں حصّہ ہے (ت)

---

2 ردالمحتار باب صدقۃ الفطر مصطفٰی البابی مصر ۲/ ۸۳

3 الدرالمختار باب زکوۃ المال مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۴

4 الجواہر الاخلاطی (قلمی نسخہ) کتاب الزکوۃ ص ۲۲

کشف الغطاء میں ہے:

بدانکہ معتبر نزد ماصاع عراقی ست وآں ہشت رطل ست، ورطل بیست استار، واستار چارو نیم مثقال، ومثقال بیست قیراط، وقیراط یک حبّہ وچہار خمس حبہ، وحبہ کہ آنرا بفارسی سُرخ گویند ہشتم حصہ ماشہ است، پس مثقال چہار ونیم ماشہ باشد[5]۔	واضح رہے ہمارے نزدیک عراقی صاع معتبر ہے اور وُہ آٹھ رطل ہے، رطل بیس استار کا ہوتا ہے اور استار ساڑھے چار مثقال کا، مثقال بیس قیراط کا اور قیراط ایک اور حبہ کے چار خمس کا ہوتا ہے، اور حبہ جسے فارسی میں سُرخ کہا جاتا ہے وہ ماشہ کا آٹھواں حصّہ ہوتا ہے، لہٰذا اب مثقال ساڑھے چار ماشے قرار پایا۔(ت)

اسی حساب سے دوسو۲۰۰ درہم نصاب فضّہ کے ساڑھے باون تولہ اور بیس۲۰ مثقال نصاب ذہب کے ساڑھے سات تولے ہوتے ہیں، پس چہارم صاع کی مقدار آٹھ سودس ماشے یعنی ساڑھے سڑسٹھ (۶۷-۱/۲) تولے ہوئے اور نیم صاع ۱۳۵ تولے اور اس انگریزی روپیہ سے ایک سوچالیس روپیہ بھر جہاں سیر سو روپے بھر یعنی ترانوے تولے نوماشے کا ہو جیسے بریلی، وہاں نیم صاع کے کچھ کم ڈیڑھ سیر یعنی ایک سیر سات چھٹانک دوماشے ساڑھے چھ رتی ہوئے، اور ایک صاع کے آدھ پاؤکم تین سیر اور پانچ ماشے رتی، اور انگریزی سیر سے کہ اسّی روپے بھر یعنی پورے پچھتّر تولے کا ہے، اور دہلی ولکھنؤ میں وہی رائج ہے، ساڑھے تین سیر اور ڈیڑھ چھٹانک اور دسواں حصہ چھٹانک کا ریاست رام پور کا سیر چھیانوے روپے یعنی پورے نوّے تولے کا ہے وہاں تین سیر کامل کا ایک صاع وعلی ھٰذا القیاس فی سائر البقاع (اسی قاعدے پر باقی علاقوں کو قیاس کیا جائے۔ت)

(۲و۳) گندم وجَو کے سواچاول دھان وغیرہ کوئی غلّہ کسی قسم کا دیا جائے اُس میں وزن کا کچھ لحاظ نہ ہوگا بلکہ اُسی ایک صاع جَو یا نیم صاع گندم کی قیمت ملحوظ رہے گی اگر اس کی قیمت کے قدر ہے توکافی مثلاً نیم صاع گیہوں کی قیمت دو۲ آنے ہے تو روپے کے چار سیر والے چاول سے صرف آدھ سیر کافی ہوں گے، اور چالیس سیر والے دھان سے پانسیر دینے ہوں گے، درمختار میں ہے:

مالم ینص علیہ کذرۃ وخبز یعتبر فیہ القیمۃ[6]۔	وُہ چیزیں جن پر نص مذکورہ نہیں مثلاً باجرہ اور روٹی، توان میں قیمت کا اعتبار ہے(ت)

5 کشف الغطاء فصل دراحکام دعاوصدقہ ونحو ان ازاعمال خیر برائے میت مطبع احمدی، دہلی ص ۶۸

6 الدرالمختار، باب صدقۃ الفطر، مجتبائی دہلی، ۱/۱۴۵

ہندیہ میں ہے:

انما تجب من اربعة اشیاء من الحنطة والشعیر والتمر والزبیب وما سواہ من الحبوب لایجوز الا بالقیمة اھ[7] ملتقطا۔	یہ صرف ان چار چیزوں میں لازم ہے گندم، جو، کھجور، اور منقہ۔ اور جوان کے سوا غلہ جات ہیں ان میں فقط قیمت کا ہی اعتبار ہوگا اھ ملتقطا (ت)

لباب میں ہے:

ھذہ اربعة انواع لاخامس لھا واما غیرھا من انواع الحبوب فلا یجوز الا باعتبار القیمة کالارزوالذرة والماشی والعدس والحمص وغیر ذٰلک[8]۔	ان کی چار ہی اقسام ہیں پانچویں کوئی نہیں، لہٰذا ان کے علاوہ غلّہ جات میں قیمت ہی کا اعتبار ہوگا مثلاً چاول، باجرہ، ماش، مسور اور چنے وغیرہ (ت)

(۴و۵) فدیہ نماز وروزہ میں سوال پنجم کی چاروں صورتیں تو بلاشبہ جائز ہیں اور سوال چہارم کی بھی سب صورتیں روا، مگر جس میں فقیر کو نصف صاع سے کم دیا ہو اس میں قول راجح عدم جواز ہے، سراجیہ، و در مختار و ہندیہ وغیرہا میں اسی پر جزم کیا اور یہی مختار امام ابواللیث ہے۔

فی السراجیة لایجوزان یؤدی عن صلٰوة لفقیرین اھ[9] وفی الدرلوادی للفقیر اقل من نصف صاع لم یجز ولو اعطاہ الکل جاز[10]اھ وفی الھندیة عن التتارخانیة عن الوالجیة لودفع عن خمس صلوات تسع امنان لفقیر واحد ومنا لفقیر واحد اختار الفقیه انه یجوز عن اربع صلوات ولا یجوز عن	سراجیہ میں ہے کہ ایک نماز کا فدیہ دو فقراء کو دینا جائز نہیں اھ اور در میں ہے اگر کسی فقیر کو نصف صاع سے کم دیا تو جائز نہ ہوگا، ہاں اگر اسے تمام دے دیا تو جائز ہے اھ اور ھندیہ میں تاتارخانیہ سے وہاں ولوالجیہ سے ہے کہ اگر کسی نے پانچ نمازوں کا فدیہ نو مد ایک فقیر کو دیا اور ایک مد ایک فقیر کو، تو فقیہ ابواللیث کہتے ہیں کہ وہ فدیہ چار نمازوں کا ادا ہو جائے گا پانچویں

[7] الفتاوی الھندیۃ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۹۱

[8] اللباب المناسک مع ارشاد الساری فصل فی احکام الصدقہ دار الکتاب العربی بیروت ص ۶۴

[9] فتاوی سراجیہ باب قضاء الفوائت نولکشور لکھنؤ ص ۱۷

[10] در مختار، باب قضاء الفوائت مجتبائی دہلی، ۱/۱۰۱

الصلٰوۃ الخامسة اھ[11] وفی البحر قال ابوبکر الاسکاف یجوز ذٰلك کله وقال ابوالقاسم وھو اختیار الفقیه ابی اللیث یجوز عن اربع صلوات دون الخامسة لانه متفرق ولایجوز ان یعطی کل مسکین اقل من نصف صاع فی کفارۃ الیمین فکذٰلك ھذا فالحاصل ان کفارۃ الصلٰوۃ تفارق کفارۃ الیمین فی حق انه لا یشترط فیھا العدد وتوافقھا من حیث انه لوادی اقل من نصف صاع الٰی فقیر واحد لایجوز اھ[12]۔ وفی ظھار التنویر جاز لواطعم واحد استین یوما اھ[13] **قلت** فاذا جاز ھذا فیما یشترط فیه التعدد فما لا یشترط فیه اولٰی بالجواز۔	کا نہیں اھ۔ بحر میں ہے کہ شیخ ابوبکر اسکاف نے کہا کہ وُہ تمام نمازوں کا فدیہ ہوگا، ابوالقاسم کہتے ہیں اور یہی فقیہ ابواللیث کا مختار ہے کہ یہ چار نمازوں کا فدیہ ہوگا پانچویں کا نہیں کیونکہ اس سے تفریق ہوگئی، اور کفارہ قسم میں ہر مسکین کو نصف صاع سے کم نہیں دیا جاسکتا، یہاں بھی حکم اسی طرح ہے، تو حاصل یہ ہوا کہ نماز کا کفارہ اس لحاظ سے کفارہ قسم سے الگ ہے کہ اس میں تعداد شرط نہیں، اور اس لحاظ سے موافق ہے کہ اگر ایک فقیر کو نصف صاع سے کم دیا جائے تو جائز نہیں اھ تنویر کے مسئلہ ظہار میں ہے کہ اگر ایک ہی فقیر کو ساٹھ دن کھانا کھلایا تو یہ جائز ہوگا اھ **قلت** جب یہ وہاں جائز یہاں تعدد شرط ہے تو وہاں بطریق اولٰی جائز ہونا چاہئے جہاں تعدد شرط نہیں ہے۔(ت)

(۶) مصرف اس کا مثل مصرفِ صدقہ فطر وکفارہ یمین وسائر کفارات وصدقات واجبہ ہے بلکہ کسی ہاشمی مثلاً شیخ علوی یا عباسی کو بھی نہیں دے سکتے۔ غنی یا غنی مرد کے نابالغ فقیر بچے کو نہیں دے سکتے کافر کو نہیں دے سکتے، جو صاحبِ فدیہ کی اولاد میں ہے جیسے بیٹا بیٹی، پوتا پوتی، نواسا نواسی، یا صاحبِ فدیہ جس کی اولاد میں جیسے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، انہیں نہیں دے سکتے، اور اقربا مثلاً بہن بھائی، چچا، ماموں خالہ، پھوپھی، بھتیجا، بھتیجی، بھانجا، بھانجی، ان کو دے سکتے ہیں جبکہ اور موانع نہ ہوں، یونہی نوکروں کو جبکہ اجرت میں محسوب نہ کریں۔

فی ردالمحتار مصرف الزکوٰۃ ھو مصرف	ردالمحتار میں ہے جو زکوٰۃ کا مصرف ہے صدقۃ الفطر،

[11] الفتاوی الہندیۃ باب قضاء الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۱۲۵

[12] البحرالرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۹۱

[13] تنویرالابصار متن در مختار باب الکفارۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۲۵۱

ایضا لصدقۃ الفطر والکفارۃ والنذر وغیرذلك من الصدقات الواجبۃ کما فی القھستانی [14] ۔ **اقول**: وھو متمش علی تصحیح ماعن ابی یوسف من عدم جواز شئی من الصدقات الواجبۃ لکافر ذمی قال فی الدرلاتدفع (ای الزکوٰۃ) الی ذمی وجاز دفع غیرھا وغیرالعشر والخراج الیہ ای الذمی ولو واجبا کنذروکفارۃ وفطرۃ خلافا للثانی وبقولہ یفتی حاوی القدسی اھ [15] وفیہ لو دفعھا المعلم لخلیفۃ ان کان بحیث یعمل لہ لولم یعطہ، صح والالا اھ [16] وفی معراج الدرایۃ ثم الھندیۃ وکذا مایدفعہ الی الخدم من الرجال والنساء فی الاعیاد وغیرھا بنیۃ الزکوٰۃ [17]۔	کفارہ ، نذر اور دیگر صدقاتِ واجبہ کا بھی وہی مصرف ہے قہستانی۔**اقول**: (میں کہتا ہوں۔ت) یہ اس راہ کو اختیار کیا گیا جو امام ابویوسف سے مروی قول کی تصحیح کے مطابق ہے کہ صدقاتِ واجبہ کسی کافر ذمی کو دینا ناجائز ہے۔ در میں ہے ذمی کو (زکوٰۃ) نہیں دی جاسکتی البتہ زکوٰۃ، عشر اور خراج کے علاوہ صدقات ذمی کودئے جاسکتے خواہ وہ صدقہ واجبہ ہی ہوں مثلاً نذر، کفارہ اور صدقہ فطر، اس میں امام ابویوسف کا اختلاف ہے، امام مذکور کے قول پر حاوی مقدسی نے فتوٰی دیا ہے اھ اور اسی میں ہے اگر معلم نے اپنے خلیفہ کو زکوٰۃ دی اگر وہ اس طرح کام کرتا ہے کہ اگر معلم نہ دیتا تب بھی وہ اس کا کام کرتا ایسی صورت میں دینا درست ہے ورنہ نہیں اھ اور معراج الدرایہ اور ہندیہ میں ہے اسی طرح حکم ہے اس رقم کا جو بہ نیتِ زکوٰۃ عید وغیرہ کے موقعہ پر خدام مردوں یا عورتوں کو دی جاتی ہے(ت)

صدقاتِ واجبہ زوجین کو بھی نہیں دے سکتے۔**اقول**: فدیہ نماز وروزہ جب بعد مرگ دیا جائے تومقتضائے نظر فقہی یہ ہے کہ زوجہ کا فدیہ شوہر فقیر کو فوراً اور شوہر کا زوجہ فقیرہ کو بعد عدت گزرنے کے دینا جائز ہو کہ اب زوجیت نہ رہی اور شوہر زوجہ کے مرتے ہی اجنبی ہوجاتا ہے ولہٰذا اسے مَس جائز نہیں۔

فی الدرالمختار لایصرف الی من بینھما زوجیۃ ولومبانۃ [18] قال الشامی ای	درمختار میں ہے کہ زکوٰۃ ان کو نہ دی جائے جن کے درمیان زوجیت کا تعلق ہو خواہ خاتون کو طلاق بائنہ

[14] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/ ۶۴

[15] درمختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

[16] درمختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۲

[17] الفتاوی الہندیۃ الباب السابع فی المصارف نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۰

[18] درمختار باب المصرف مجتبائی دہلی ۱/ ۱۴۱

فی العدۃ ولو بثلاث نھر معراج الدرایہ اھ[19] وفی ردالمحتار عن بدائع الامام ملك العلماء المرأۃ تغسل زوجھا لان اباحۃ الغسل مستفادۃ بالنکاح فتبقی مابقی النکاح والنکاح بعدالموت باق الی ان تنقضی العدۃ بخلاف ماذا ماتت فلا یغسلھا لانتھاء ملك النکاح لعدم المحل فصار اجنبیا[20]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔	ہوچکی ہو اھ۔علامہ شامی نے فرمایا یعنی وہ عدت میں ہو اگرچہ تین طلاقیں ہوچکی ہوں یہ نہر میں معراج الدرایہ سے ہے اھ ردالمحتار میں امام ملک العلماء کی بدائع سے ہے کہ خاتون اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے کیونکہ غسل کی اباحت نکاح کی وجہ سے حاصل ہُوئی توجب تک نکاح باقی ہے اباحت بھی باقی رہے اور نکاح تو خاوند کی موت کے بعد بھی باقی رہتا ہے یہاں تک کہ عدت گزر جائے بخلاف اس صورت کہ جب بیوی فوت ہو جائے تو خاوند اسے غسل نہیں دے سکتا کیونکہ محل نہ رکھنے کی وجہ سے نکاح ختم ہوگیا لہذا اب خاوند اجنبی قرار پائے گاواللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۷) قیمت افضل ہے مگر قحط میں کھانا دینا بہتر،

فی الدرالمختار دفع القیمۃ ای الدراھم افضل من دفع العین علی المذھب المفتی بہ۔جوھرۃ بحرعن الظھیریۃ وھذا فی السعۃ امام فی الشدۃ فدفع العین افضل[21]۔	درمختار میں ہے مفتی بہ مذہب کے مطابق قیمت یعنی دراھم کاادا کرنا عین شے سے افضل ہے جوہرہ۔ اور بحر میں ظہیریہ سے ہے کہ یہ عام حالات یعنی آسانی کے وقت ہے اگر کسی وقت شدت اور قحط ہو تو عین شئی کادینا افضل ہوگا۔(ت)

باقی احکام نقد وغلّہ یکساں ہیں مگر وُہ تفاوت جو خاص گندم وجَو میں بسبب اعتبار وزن معتبر، شرعی اسقاط میں لحاظ مالیت کا ہے مثلاً فرض کیجئے کہ نیم صاع گندم کی قیمت دوآنہ ہے اور ایک صاع جَو کی ایک آنہ تو ایک آنہ کی قیمت کی کوئی چیز کپڑا، کتاب، چاول، باجرا وغیرہا بلحاظ قیمت جَو دے سکتے ہیں اگرچہ گندم کی قیمت نہ ہُوئی مگر چہارم صاع گندم کافی نہیں اگرچہ قیمت اُن کی بھی ایک صاع جَو کے برابر ہو گئی کہ چار چیزیں جن پر نص شرعی وارد ہوچکی ہے یعنی گندم ، جو، خُرما، کشمش ان میں قیمت کا اعتبار نہیں، جتنا وزن شرعًا واجب ہے اُس قدر دینا ہوگا۔

[19] ردالمحتار باب المصرف مصطفی البابی مصر ۲/۶۹
[20] ردالمحتار باب الجنائز داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/۵۷۶
[21] الدرالمختار باب الصدقۃ الفطر مجتبائی دہلی ۱/۱۴۵

فی محیط الامام السرخسی ثم الھندیۃ، لوادی ربع صاع من حنطۃ جیدۃ تبلغ قیمتہ قیمۃ نصف صاع من شعیر لا یجوز عن الکل، بل یقع عن نفسہ وعلیہ تکمیل الباقی وکذا لا یجوز ربع صاع من حنطۃ عن صاع من شعیر اھ [22] ملخصًا، فی البدائع لان القیمۃ انما تعتبر فی غیر المنصوص علیہ[23]	محیطِ امام سرخسی پھر ہندیہ میں ہے کہ اگر کسی نے ایسی جید گندم کا چوتھائی صاع ادا کیا جس کی قیمت جَو کے نصف صاع کو پہنچ جاتی ہے تو یہ کل کی طرف سے جائز نہیں بلکہ یہ اپنی طرف سے عطیہ ہے، باقی کی تکمیل کرنا اس پر لازم ہوگا، اور اسی طرح گندم کا چوتھائی صاع جو جَو کے صاع کی قیمت کو پہنچ جائے دینا جائز نہیں اھ بدائع میں ہے کیونکہ قیمت کا اعتبار وہاں ہے جہاں نص میں عین کی تصریح نہیں (ت)۔

قیمت میں نرخ بازار آج کا معتبر نہ ہوگا جس دن ادا کررہے ہیں بلکہ روز وجوب کا مثلاً اُس دن نیم صاع گندم کی قیمت دو آنے تھی آج ایک آنہ ہے تو ایک آنہ کافی نہ ہوگا۔ دو۲ آنے دینا لازم، اور ایک آنہ تھی اب دو آنے ہوگئی تو دو آنے ضرور نہیں ایک آنہ کافی۔

فی الدرالمختار جاز دفع القیمہ فی زکوٰۃ وعشر وخراج وفطرۃ ونذر وکفارۃ غیر العتاق وتعتبر القیمۃ یوم الوجوب وقالا یوم الاداء[24]	در مختار میں ہے کہ زکوٰۃ، عشر، خراج، صدقہ فطر، نذر، عتاق کے علاوہ کفارہ میں قیمت کا دینا جائز ہے اور قیمت یوم وجوب کے اعتبار سے ہوگی اور صاحبین کی رائے کے مطابق یومِ ادا کی قیمت کا اعتبار کیا جائے گا (ت)

(۸) یہاں صُورتیں متعدد ہیں، فدیہ والا اپنی حیات میں فدیہ ادا کرتا ہے جیسے شیخ فانی روزے کا یا اُس کے بعد وارث بلاوصیت بطور خود دیتا ہے یا بحکم وصیت ادا کیا جاتا ہے اور درصورت وصیت مدیون پر یہ دین بعد موت مورث، حادث ہوا ہے جیسے کسی نے ترکہ سے کوئی چیز غصب کرکے صرف کرڈالی کہ اس کے تاوان کا اس پر دین آیا یا دین حیات مورث کا ہے تو یہ چار صورتیں ہیں۔ صورت اخیر میں عدمِ صحت کا حکم درمختار وغیرہ میں مصرح ہے یعنی زید پر نماز روزے وغیرہما کا فدیہ تھا اس نے وصیّت کی کہ میرے مال

---

22 الفتاوی الہندیۃ الباب الثامن فی صدقۃ الفطر نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۲

23 بدائع الصنائع کتاب الزکوٰۃ ایچ ایم سعید کراچی ۲/ ۷۳

24 الدرالمختار باب زکوٰۃ الغنم مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۳

سے ادا کرنا عمرو فقیر حیات زید سے زید کا مدیون تھا، وصی نے وُہ دین فدیہ میں عمرو کو چھوڑ دیا فدیہ ادا نہ ہوا

قال قبيل باب الوصي، اوصى لصلواته و ثلث ماله ديون على المعسرين فتركها الوصي لهم عن الفدية لم تجزه ولا بد من القبض ثم التصدق عليهم ولو امران يتصدق بالثلث فمات فغصب غاصب ثلثها مثلًا واستهلكه فتركه صدقة عليه وهو معسر يجزيه لحصول قبضه بعد الموت بخلاف الدين. الكل من القنية اھ[25] في ردالمحتار قوله اوصى لصلواته او صياماته، منح. قوله لم تجزه وقيل تجزه قال في القنية قال استاذنا والاول احب الى حتى توجد الرواية. قوله بخلاف الدين اى في المسألة السابقة فانه مقبوض قبل الموت. بقي لو اوصى بكفارة صلواته والمسألة بحالها هل يجزيه لحصول قبضه بعد الموت اولا، يراجع اھ[26]	باب الوصی سے تھوڑا پہلے ہے کسی نے اپنی نمازوں پر فدیہ کی وصیّت کی اور اس کے مال کا تہائی حصہ تنگ دست لوگوں پر دین تھا وصی نے وہ حصہ ان تنگ دستوں پر نمازوں کے فدیہ کے طور پر چھوڑ دیا تو کافی نہ ہوگا کیونکہ پہلے قبضہ ضروری ہے اور اس کے بعد ان پر صدقہ کرے تو تب درست ہوگا، اگر اس نے کہا میرا تہائی مال صدقہ کردیا جائے پھر وُہ فوت ہوگیا اور کسی غاصب نے مثلاً تہائی مال غصب کرلیا اور اسے ہلاک کردیا (حالانکہ وُہ غریب تھا) وصی نے بطور صدقہ وہ مال اس سے نہ لیا تو جائز ہوگا کیونکہ موت کے بعد وصی کو قبضہ حاصل تھا بخلاف اس صورت کے جب مال کسی پر قرض ہو، یہ مسائل قنیہ سے مروی ہیں اھ ردالمحتار میں ہے قولہ "فوت ہونے والے نے اپنی نمازوں یا روزوں کے بارے میں وصیت کی"، منح۔ قولہ "یہ کفایت نہیں کرے گا" لیکن بعض کے نزدیک یہ کافی ہے۔ قنیہ میں ہے کہ ہمارے استاذ نے فرمایا مجھے پہلا قول بہت محبوب ہے حتی کہ کوئی دوسری روایت آجائے۔ قولہ "بخلاف قرض" یعنی گزشتہ مسئلہ میں کیونکہ مال موت سے پہلے قبضہ میں نہیں ہوگا۔ باقی رہا یہ معاملہ کہ اگر کسی نے

25 الدرالمختار، فصل فی وصایا الذمی، مجتبائی دہلی، ۲/ ۳۴۴
26 ردالمحتار فصل فی وصایا الذمی داراحیاء التراث العربی بیروت ۵/ ۴۴۷

ارادبقوله والمسألة بحالها مسألة الغصب، ورأيتني كتبت عليه مانصه	نمازوں کے کفارہ کی وصیّت کی اور صورت مذکورہ ہی ہو تو موت کے بعد حصول قبضہ کی وجہ سے یہ کافی ہوگا یا نہیں اس پر غور کیا جائے اھ **والمسئلة بحالها** سے مراد مسئلہ غصب ہے ردالمحتار کے حاشیہ پر بندہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ یہ ہے۔
اقول: وبالله التوفيق وله الحمد تبتنی عندی مسألتا الفديه والغصب علی ان الوصية بالمال لاتتناول الدين ماکان دينا فاذاصار عينا بالقبض تناولته كما صرح به فی الظهيرية حيث قال اذا كان مائة عين ومائة درهم علی اجنبی دين فاوصی لرجل بثلث ماله فانه يا خذ ثلث العين دون الدين الاتری ان حلف ان لامال له وله ديون علی الناس لم يحنث ثم ماخرج من الدين اخذ منه ثلثه حتی يخرج الدين كله لانه لما تعين الخارج مالا، التحق بماكان عينًا فی الابتداء، ولا يقال لما لم يثبت حقه فی الدين قبل ان يتعين كيف يثبت حقه فيه اذا تعين لانا نقول مثل هذا غير ممتنع الاتری	**اقول:** اللہ کی توفیق اور اسی کے لیے حمد ہے، سے کہتا ہوں میرے نزدیک فدیہ اور غصب کا مسئلہ اس پر مبنی ہے کہ وصیت بالمال دین کو شامل ہی نہیں جب تک وہ دین رہے، ہاں جب وہ دین قبضہ کی وجہ سے عین ہو جائے تو پھر وصیت اسے شامل ہو گی جیسا کہ ظہیریہ میں ان الفاظ سے صراحت کی ہے کہ جب ایک سو درہم عین اور ایک سو درہم کسی اجنبی پر دین تھے تو فوت ہونے والے نے تہائی مال کی وصیت کی تو اب عین کی تہائی سے وُہ مال لیا جائے گا نہ کہ دین سے کیا آپ کے علم میں نہیں اگر کوئی آدمی حلف اٹھاتا ہے کہ اس کے پاس مال نہیں حالانکہ اس نے لوگوں سے قرض لینا ہے تو اس کی قسم نہیں ٹوٹے گی، پھر دین میں جو حصّہ خارج ہوگا اس سے تہائی لیا جائے یہاں تک کہ سارا دین خارج ہو جائے کہ جب خارج ہونے والا مال متعین ہو جائے تو اس مال کے ساتھ لاحق ہو جائے گا جو ابتدائی طور پر عین تھا یہ اعتراض نہیں کیا جاسکتا کہ جب متعین ہونے سے پہلے دین میں مالک کا حق ثابت نہیں ہوا تو متعین ہو جانے کے بعد حق کیسے ثابت ہوگا کیونکہ ہم کہتے ہیں اس طرح کا معاملہ ممتنع نہیں ہوتا، کیا آپ نہیں جانتے کہ جس کے حق میں تہائی

ان الموصی له بثلث المال لایثبت حقه فی القصاص ومتی انقلب مالا یثبت حقه فیه اھ۔ وبه یحصل التوفیق بین قولی الخانیة لاتدخل الدیون ای فی الوصیة بالمال والوھبانیة ان الدخول اجدرکما جنح الیه فی منحة الخالق فراجعها من شتی القضاء ، ففی مسألة الفدیة لما کان الدین سابقا علی الموت وقد ارادالوصی اسقاطه قبل القبض فیکون انفاذ اللوصیة فیما لم تتناوله فلا یجوز مالم یقبض فیتصدق و فی مسألة الغصب لما کان المال عینا عندالوفاة وانما حصل قبض الغاصب واستھلاکه وصیرورته دینا بعد الموت فقد تناولته الوصیة فجاز ھذا ماظھر لی وبه یظھر الجواب عما توقف فیه العلامة المحشی بقوله یراجع فانه لاغبار علیه من ھذه الجھة الا ان یثبت ان اداء الکفارات بترك الدین لایجوز اصلا وفیه وقفة فلیراجع ولیحرر اھ ما کتبت علیه۔	مال کی وصیّت کی گئی اس کا حق قصاص میں ثابت نہیں ہوتا وہ جب تبدیل ہو کر مال بن جائے تو اس میں اس کا حق ثابت ہو جائے گا اھ۔ اس سے خانیہ اور وہبانیہ کے دونوں اقوال میں تطبیق ہو جائے گی۔ خانیہ میں ہے کہ دیون وصیت بالمال میں داخل نہیں ہوتے۔ وہبانیہ میں ہے کہ دیون کا اس میں دخول زیادہ مناسب ہے جیسا کہ منحۃ الخالق میں اسی طرف میلان ہے تو اس کے لیے منحۃ الخالق میں قضا کے متفرق مسائل کی طرف رجوع کرو۔ رہا مسئلہ فدیہ کا معاملہ تو دَین موت سے پہلے تھا اور وصی نے قبضہ سے پہلے ہی اس کے اسقاط کا ارادہ کیا تو یہ وصیّت کا ایسی چیز میں اجرا ہوگا جس کو یہ شامل ہی نہیں، تو جب تک قبضہ نہ ہو اور صدقہ نہ کیا جائے یہ جائز نہ ہوگا اور مسئلہ غصب میں وفات کے وقت مال عین تھا، پھر غاصب کا قبضہ، اس کا اسے ہلاک کرنا اور اس کا دَین بننا یہ سب موت کے بعد ہوا ہے تو اسے وصیت شامل ہوگی تو اس طرح یہ جائز ہے، یہ وُہ تھا جو مجھ پر واضح ہوا۔ اور اس سے اس چیز کا جواب بھی آگیا جس میں علامہ محشّی نے لفظ "یراجع" سے توقف کیا کیونکہ اس اعتبار سے اس پر کوئی غبار نہیں، مگر جب یہ ثابت ہو جائے کہ کفارات کی ادائیگی ترک دین سے اصلاً جائز ہی نہیں اور اس میں توقف ہے، چاہئے یہ کہ جو ہم نے تحریر کیا ہے اس تمام کا مطالعہ کیا جائے اھ میرا حاشیہ ختم ہوا۔ (ت)

باقی صور کا حکم قابل تفتیش و مراجعت ہے۔ **اقول:** وباللہ التوفیق امر محتمل ہے اور قائل کہہ سکتا ہے کہ قاعدہ شرعیہ ادائے کامل بہ کامل ہے، نہ کامل بناقص۔ ولہذا اوقات ثلثہ میں کوئی نماز ادا و قضا جائز نہیں، مگر آج کی عصر یا اُس جنازے کی نماز جو انہیں اوقات میں لایا گیا لتأدیھما حینئذ کما وجبتا

والمسائل بتعلیلا تھا مذکورۃ متونا وشروحا (کیونکہ ان کی ادائیگی اس طرح ہورہی ہے جس طرح وہ واجب ہوئے تھے اور یہ تمام مسائل اپنی تعلیلات کے ساتھ متون اور شروحات میں مذکور ہیں۔ت) روزوں میں کوئی ناقص نہیں اور قضا نمازیں عموماً کامل ہیں ولہٰذا کل کی عصر آج آفتاب ڈوبتے قضا نہیں کی جاسکتی اور جو مال کسی پر دین ہو جب تک وصول نہ ہو مال کامل نہیں ناقص ہے خصوصا جبکہ کسی مفلس پر ہو کہ وہ تو گویا مردہ مال ہے ولہٰذا حاصل ملک مال کہ تمول وغنا نہیں ہوتا زید کے لاکھ روپے کسی مفلس پر قرض آتے ہوں جب تک پاس نصاب نہ ہو فقیر ہے خود زکوۃ لے سکتا ہے۔

فی الاشباہ من لہ دین علی مفلس مقر ,فقیر علی المختار[27]۔	اشباہ میں ہے جس کا کسی ایسے شخص پر قرض ہو جو مفلس اقرار کرنے والا ہو تو مختار قول پر وہ فقیر ہے۔(ت)

بلکہ عرفاً دین کو مال ہی نہیں کہتے اگر لاکھوں قرض میں پھیلے ہوں اور پاس کچھ نہیں تو قسم کھاسکتا ہے کہ میرا کچھ مال نہیں کما تقدم عن الظھیریۃ ومثلہ فی البحر والتنویر وغیرھما (جیسا کہ ظہیریہ کے حوالے سے پہلے گزرا، اس کی مثل بحر، تنویر، اور دیگر کتب میں ہے۔ت) ولہٰذا کسی عین یعنی نصاب موجود کی زکوۃ، دین بہ نیت زکوۃ معاف کردینے سے ادا نہیں ہوسکتی کہ نصاب موجود مال کامل ہے تو مال ناقص اس کی زکوۃ نہیں ہوسکتا بلکہ جو دین آئندہ ملنے کا ہے اس کی زکوۃ بھی معافی دین سے ادا نہ ہوگی کہ دین باقی، دین ساقط سے بہتر ہے، دین ساقط اب کبھی مال نہیں ہوسکتا اور دین باقی میں احتمال ہے شاید وصول ہو کر مال ہوجائے، ہاں جو نصاب کسی فقیر پر دین تھی وُہ کُل یا بعض اسے معاف کردے تو قدر معاف شدہ کی زکوۃ ساقط ہوگئی کہ ناقص سے ادا ہوسکتا ہے۔

فی الدر المختار , لو ابرأ الفقیر عن النصاب صح و سقط عنہ , واعلم ان اداء الدین عن الدین و العین عن العین وعن الدین یجوز واداء الدین عن العین وعن دین سیقبض لا یجوز اھ[28] فی تبیین الحقائق لو کان لہ	درمختار میں ہے: اگر کسی نے فقیر کو نصاب سے بری کردیا تو صحیح ہوگا اور اس سے زکوۃ ساقط ہوجائیگی۔ واضح رہے کہ دین کی ادائیگی دین سے اور عین کی ادائیگی عین سے، اور دین دونوں سے جائز ہے لیکن دین کی ادائیگی عین سے اور اس دین سے جو عنقریب مقبوض ہوگا ان دونوں سے جائز نہیں اھ تبیین الحقائق میں ہے اگر کسی کا فقیر پر

---

27 الاشباہ والنظائر، کتاب الزکوۃ، دارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی، ۱/۲۲۰

28 درمختار کتاب الزکوۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

دین علی فقیر فابرأہ عنہ سقط منہ زکوٰۃ نوی بہ عن الزکوٰۃ او لا لانہ کالھلاك ولوابرأہ عن البعض سقط زکوٰۃ ذلك البعض لما قلنا وزکوٰۃ الباقی لاتسقط ولو نوٰی بہ الاداء عن الباقی لان الساقط لیس بمال والباقی یجوز ان یکون مالافکان خیرامنہ فلایجوز الساقط عنہ اھ[29]۔	دین تھا اس نے فقیر کو قرض سے بری کردیا تو اس سے زکوٰۃ ساقط ہوجائے گی خواہ اس سے زکوٰۃ کی اس نے نیت کی ہو یا نہ، اس لیے کہ یہ ہلاک ہونیوالے مال کی طرح ہے اور اگر بعض نے ساقط کیا تو سابقہ دلیل کی بناپر بعض سے ساقط ہوجائیگی لیکن باقی سے زکوٰۃ ساقط نہ ہوگی اگرچہ باقی سے ادائیگی کی نیت کی گئی ہو کیونکہ جو ساقط ہے مال نہیں اور جو باقی ہے اس کا مال ہونا ممکن ہے تو باقی ساقط سے بہتر ٹھہرا لہذا اس سے سقوط نہیں ہوگا اھ (ت)

یہ تقریر منیر بتوفیق القدیر اقتضاء کرتی ہے کہ دین معاف کرنے سے فدیہ مطلقاً ادا نہ ہوجب تک وصول کرکے فدیہ میں نہ دی، اس تقدیر پر وُہ حیلہ ہند والوں میں متعارف ہے اور بعض متاخرین فضلائے ہند نے اسے کشف الغطا میں ذکر کیا کہ:

متعارف چنان ست کہ حساب کنند سالہائے میّت را داد نی مدت بلوغ کہ در مرد دوازدہ سال ودر زن نہ سال ست وضع کنند باقی رامقابل ہر شش نماز واجب شبانہ روز سہ صاع کامل گیرند وماہ کامل سی روز اعتبار کنند تا فدیہ نماز ہائے یک سال کہ سی صد وشصت روز ست یک ہزار وہشتاد صاع حاصل آید وپانزدہ صاع فدیہ رمضان افزایند ہمگی فدیہ تمام سال یک ہزار ونود وپنج صاع شود ہمیں طریق سالہائے تمام عمر را حساب کنند وحاصل آن را موافق قیمت مبلغ شخص نمایند وبنا بر ضرورت عسرت	معروف یہ ہے کہ میّت کی عمر کے تمام سالوں کا حساب لگاتے ہیں، کم از کم مدتِ بلوغ جو مرد میں بارہ سال اور عورت میں نو سال ہے نکال کر باقی عمر ہر دن رات کی چھ نمازوں کے مقابل (اعتبار سے) تین صاع لیتے ہیں اور ہر ماہ کے تیس دن شمار کئے جاتے ہیں حتی کہ ایک سال (جو تین سو ساٹھ دنوں کا ہے) کی نمازوں کا فدیہ ایک ہزار اسّی صاع بنتا ہے اور ۱۵ صاع رمضان کا فدیہ زیادہ کرتے ہیں تو تمام سال کا فدیہ ایک ہزار پچانوے (۱۰۹۵) صاع ٹھہرا، پس اسی طریقے سے تمام سالوں کا حساب کرلیا جائے اور اس کے حاصل کے مطابق اس کی قیمت

---

[29] تبیین الحقائق کتاب الزکوٰۃ المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۲۵۸

مصحفے را بمثل آنقدر زر بدست فقیرے فروشند وتسلیم نمایند تا آنقدر زر بر ذمہ اش دین شود پس بگویند کہ ایں قدر زر را کہ بر ذمہ تو دین ست عوض فدیہ نماز وروزہ ہائے فلاں میّت کہ بایں قدر می رسد ترا دادیم وبگوید فلاں کردیم واگر مبلغ حساب بکنند وقرآن را بمثل آں را عوض فدیہ بوے بخشند داد قبول نماید نیز کفایت می کنند[30]۔	دے دی جائے، اگر تنگ دستی ہو تو ایک مصحف کو اس مقدار کے زر پر کسی فقیر کو فروخت کردیں اور یہ اس کے ذمّہ دین کردیں اس کے بعد اسے کہیں کہ تیرے ذمّہ جو دین آیا ہے یہ فلاں کی نماز اور روزوں کا فدیہ میں نے تجھے دیا ہے وہ فقیر کہ اسے قبول کرتا ہو، اگر قیمت کا حساب نہ کریں اور قرآن کو اس کی مقدار جنس کے ساتھ ہدیہ کریں تاکہ یہ جنس اس کے ذمّہ ہوجائے اور اسے فدیہ کے عوض بخش دیں اور وُہ قبول کرے تو یہ بھی کفایت کرجائے گا(ت)

امرًا محض ناتمام و ناکافی ہے اور اس پر ایک قرینہ واضحہ یہ بھی ہے کہ عامہ کتب معتمدہ مذہب میں ضرور تمند کے لیے جو حیلہ اس کا ارشاد فرمایا سخت دقت طلب اور بہت طول عمل ہے جس کا خود ان فاضل کو اعتراف ہے، یہ متعارف طریقہ ذکر کرکے لکھا:

ومشہور و منقول دراکثر کتب چنانست کہ قدرے گندم کہ میسر شود منجملہ فدیہ بایں نام بہ فقیر دہند واو قبول کند پس از وے طلب نمایند وبستانند باز بوے بدہمان نام دہند وہمچنیں مکرر کنند تا آنکہ فدیہ نماز وروزہ در فدیہ ہاتمام ادا شود وایں حیلہ خالی از تکلف نیست[31]۔	مشہور اور اکثر کتب میں منقول یہ ہے کہ جو بھی گندم میسر ہو نماز روزہ کے فدیہ کے طور پر اسے فقیر کو دیا جائے وہ قبول کرے اس کے بعد اس سے بطور ہبہ لے لیں پھر اسے بطور فدیہ دے دیں اسی طرح بار بار کریں حتی کہ نماز وروزہ کا فدیہ مکمل ہوجائے اور یہ حیلہ تکلّف سے خالی نہیں۔(ت)

اقول: اسی حیلہ جمیلہ کی تصریح فرمائی درمختار و بزازیہ وخلاصہ و عالمگیریہ و بحرالرائق وغنیہ وصغیری شروح منیہ وفتح اللہ المعین حاشیہ کنز ومنحۃ الخالق وطحطاوی علی الدرالمختار وردالمحتار میں زائدین علی مافی الشرح کلھم فی باب قضاء الفوات (جو شرح میں ہے اس پر اضافہ کرتے ہوئے ان سب نے یہ مسئلہ باب قضاء الفوات میں ذکر کیا ہے۔ت) اور جامع الرموز وبرجندی شروح نقایہ و

[30] کشف الغطا فصل دراحکام دعاوصدقہ ونحوان ازاعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۷

[31] کشف الغطا فصل دراحکام دعاوصدقہ ونحوان ازاعمال خیر برائے میت مطبع احمدی دہلی ص ۶۸

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں کلھم فی الصوم (ان سب نے کتاب الصوم میں یہ مسئلہ ذکر کیا ہے۔ت) اسی کو علامہ عبدالغنی بن اسمٰعیل نابلسی قدس سرہ القدسی نے شرح ہدایہ ابن العماد میں اپنے والد ماجد علّامہ اسمٰعیل بن عبدالغنی نابلسی محشّی درر وغرر انہوں نے احکام الجنائز سے نقل فرمایا کما فی منحۃ الخالق (جیسا کہ منحۃ الخالق میں ہے۔ت) اسی پر امام اجل ناصر الدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی نے ملتقط میں نص فرمایا کما فی شرح مختصر الوقایۃ عبد العلی (جیسا کہ شرح مختصر الوقایہ عبدالعلی میں ہے۔ت) اسی طرح علّامہ مدقّق علائی نے درمنتقی شرح ملتقی اور علّامہ شریف ابوالسعود ازہری نے شرح نورالایضاح میں تصریح فرمائی کما فی شرحہ للسّید احمد المصری (جیسا کہ سیّد احمد مصری کی شرح میں ہے۔ت) یہی تبیین المحارم، علامہ سنان الدین یوسف مکی میں مذکور کما فی شفاء العلیل و بل العلیل للعلامۃ الشامی (جیسا کہ شفاء العلیل وبل العلیل للعلامۃ الشامی میں ہے۔ت) یہ سب عبارات اور ان سے زائد اس وقت فقیر کے پیش نظر ہیں بلکہ شفاء العلیل سے ہمارے ائمہ کی کتبِ فروع واصول کی طرف اس کی نسبت ظاہر۔

حیث قال اعلم المذکورفیما رأیتہ من کتب ائمتنا فروعا واصولا انہ اذالم یوص بفدیۃ الصوم یجوز ان یتبرع منہ ولیہ وھو من لہ التصرف فی مالہ بوراثۃ او وصایۃ قالو اولولم یملك شیأ ایستقرض الولی شئیا فیدفعہ للفقیر ثم یستو ھبہ منہ ثم یدفعہ لاخروھکذا حتی یتم[32]۔	اس کے الفاظ یہ ہیں میرے مطالعہ کے مطابق ہمارے ائمہ کی کتب خواہ فروع یا اصول میں ہوں یہ مذکور ہے کہ جب میت نے فدیہ صوم کی وصیت نہ کی ہو تو اس کا ولی بطور نفل فدیہ دے سکتا ہے، اور ولی سے مراد وہ شخص ہے جو اس کے مال میں بطور وارث یا وصی ہونے کے ناطہ سے تصرف کرسکتا ہو، فقہاء نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اگر ولی کسی شئے کا مالک نہ ہو تو کسی سے قرض لے کر فقیر کو دے اس سے بطور ہبہ واپس لے پھر فقیر کو دے، اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ فدیہ پُورا ہوجائے۔(ت)

اور فاضل سیّد علاءُالدین شامی نے منۃ الجلیل میں اسے متون و شروح وحواشی کی طرف نسبت کیا

حیث قال والمنصوص فی کلامھم متونا و شروحا وحواشی ان الذی یتولی	اس کی عبارت یہ ہے متون، شروح اور حواشی میں یہ منصوص ہے یہ سارا کچھ ولی کرسکتا ہے، اور ولی

[32] شفاء العلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ السابعۃ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۱۹۶

ذٰلك انما هو الولی وان المراد بالولی من له ولایة التصرف فی ماله بوصایة اووراثة وان المیّت لولم یملك شیأ یفعل له ذٰلك الوارث من ماله ان شاء فان لم یکن للوارث مال یستوھب من الغیر اویستقرض بلید فعه للفقیر ثم یستوھبه من الفقیر وھکذا الی ان یتم المقصود[33]۔	سے مراد وہ شخص ہے جو میت کے مال میں اس کی وصیت یا وارث ہونے کی حیثیت سے تصرف کرسکتا ہو اور میت اگر کسی شے کا مالک نہ ہو تو وارث اپنے مال سے بھی یہ حیلہ کرسکتا ہے تاکہ کسی فقیر کو دے پھر فقیر سے بطور ہبہ واپس لے اسی طرح کرے یہاں تک کہ مقصود ہوجائے۔(ت)

یہ ائمہ متقدمین سے لے کر ہمارے زمانے تک کے علمائے متاخرین کے نصوص ہیں جن میں سوااُس طریقہ دور کے طریقہ دین کا اصلاً پتانہ دیا اور طریقہ دور میں جو سخت تکلیف ہے مخفی نہیں۔ وجیز امام کردری میں ہے:

ان لم یکن له مال یستقرض نصف صاع و یعطیه المسکین ثم یتصدق به المسکین علی الوارث الی المسکین ثم الوارث الی المسکین ثم وثم حتی یتم لکل صلٰوۃ نصف صاع کما ذکرنا[34]۔	اگر وارث کے پاس مال نہ ہو تو وارث نصف صاع قرض لے اور کسی مسکین کو دے پھر وہ مسکین اس وارث پر صدقہ کرے پھر وارث، مسکین پر صدقہ کرے اسی طرح بار بار کیا جائے حتی کہ ہر ہر نماز کا فدیہ نصف صاع ہوجائے جیسے ہم ذکر کرآئے(ت)

بعینہ اسی طرح نیم صاع، بحرالرائق و خلاصہ وہندیہ و طحطاوی علی نورالایضاح وابی السعود علی مسکین و ملتقط و برجندی ودر مختار و غیرہا معتمدات اسفار میں ہے۔ اب فرض کیجئے کہ زید نے بہتر ۷۲ سال کی عمر میں وفات پائی، بارہ برس نکال کر ساٹھ ۶۰ رہے۔ ہر سال کے دن تین سو ساٹھ ۳۶۰ نہ رکھئے جس طرح کشف الغطاء میں اختیار کیا ہر سال قمری کبھی تین سو پچپن ۳۵۵ دن سے زائد نہیں ہوتا۔

ھذا العرفی الماخوذ بالاھلة اما الحقیقی فیکون اقل منها بساعات کما فصل فی محله، اقول وکذا لاحاجة بنا الی اخذ الشمسیة ثلثمائة و	یہ عرفی سال ہے جو چاند کی بنا پر ہوتا ہے، رہا حقیقی سال تو وُہ اس سے کچھ ساعتیں کم ہوتا ہے جیسا کہ اس کی تفصیل اپنے مقام پر کی گئی ہے اقول اسی طرح ہمیں شمسی سال تین سو پینسٹھ دن کا لینے کی ضرورت

[33] منیۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنۃ، سہیل اکیڈمی لاہور، ۲۱۲/۱
[34] الفتاوی البزازیۃ علی حاشیہ فتاوٰی ہندیۃ التاسع عشر فی الفوائت نورانی کتب خانہ پشاور ۶۹/۴

خمسة وستين يوما كما فعل فى احكام الجنائز قائلا ينبغى ان تحسب فدية الصلوٰة بالسنة الشمسية اخذا باحتياط من غير اعتبار ربع اليوم اھ[35] فان سن العمر اذا حسبت بالقمريات علمنا قطعا ان الايام لاتزيد على ما نحسب، والمقطوع به لا يحتاج الى الاحتياط فان قيل لعلهم اخذ واالزائد ليقع عما يؤد عنه من الصلوات التى عسٰى ان يكون الميت فرط فيها قلت قالوا بعد ذٰلك ثم يحسب سن الميت فيطرح منه اثنا عشرة سنة لمدة بلوغه ان كان الميت ذكرا وتسع سنين ان كانت انثى الخ[36] كما فى احكام الجنائز ايضا فاذا اتوا على جميع العمر فماذا عسٰى ان يكون شاذا يحتاط له۔	نہیں جیسا کہ احکام جنائز میں یہ کہتے ہوئے لیا گیا ہے کہ فدیہ نماز میں احتیاطًا شمسی سال کا اعتبار کرنا چاہئے ماسوائے دن کے چوتھائی حصّہ کے اھ۔ کیونکہ جب عمر کے سالوں کا اعتبار چاند کے اعتبار سے ہے تو یقینا دن ہمارے حساب سے زائد نہ ہوں گے اور یقینی بات میں احتیاط کی محتاجی نہیں ہوتی، اگر یہ کہا جائے کہ انہوں نے زائد دن اس لیے لئے ہیں شاید میّت نے بعض نمازوں میں کوتاہی کی ہو تو اس کا فدیہ ہو جائے قلت اس کے بعد فقہاء نے فرمایا ہے پھر میّت کی عمر شمار کی جائے اس سے بلوغ کی مدّت بارہ سال خارج کردی جائے اگر وہ مذکر ہو، اور اگر مؤنث ہے تو نو سال خارج کی جائے الخ جیسا کہ احکامِ جنائز میں بھی ہے تو جب وہ ساری عمر کی بات کر رہے ہیں تو اس سے خارج کوئی نہیں رہا جس کے لیے احتیاط کی ضرورت ہو۔ (ت)

تو یہی تین سو پچپن کافی ہیں پس ایک سال کی نمازوں کے دو ہزار ایک سو تیس (۲۱۳۰) فدیے ہُوئے، اور تیس ۳۰ فدیئے یعنی فدیے رمضان المبارک کے ملا کر دو ہزار ایک سو ساٹھ ۲۱۶۰، انہیں ساٹھ میں ضرب دینے سے ایک لاکھ انتیس ہزار چھ سو (۱۲۹۶۰۰) ہوتے ہیں، اتنی بار وارث و فقیر میں تصدّق و ہبہ کی اُلٹ پھیر ہونی چاہئے تو فدیہ ادا ہو، یہ صرف صوم و صلوٰۃ کا فدیہ ہُوا اور ہنوز اور بہت فدیے و کفارے باقی ہیں مثلاً (۳) زکوٰۃ فرض کیجئے ہزاروں روپے زکوٰۃ کے اس پر مجتمع ہوگئے تھے اور نیم صاع کی قیمت دو ۲ آنے ہے تو آٹھ ہزار دور بہ نیت زکوٰۃ دینے لینے کو درکار ہیں (۴) قربانیاں، اگر فی قربانی ایک ہی روپیہ قیمت رکھئے تو ساٹھ ۶۰ قربانیوں کے لیے چار سو اسی ۴۸۰ دور ہوں۔ (۵) قسموں کے کفارے، ہر قسم کے لیے دس مسکین جدا جدا درکار ہیں ایک کو دس بار دینا کافی نہ ہوگا (۶) ہر سجدۂ تلاوت کے لیے بھی احتیاطًا ایک فدیہ مثل ایک نماز کے ادا چاہئے وان لم یجب علی الصحیح کما

[35] منحۃ الخالق بحوالہ احکام الجنائز حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۲

[36] منحۃ الخالق بحوالہ احکام الجنائز ،حاشیہ بحر الرائق، باب قضاء الفوائت، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۹۰/۲

فی التاتار خانیة (اگرچہ صحیح قول کے مطابق واجب نہیں جیسا کہ تاتارخانیہ میں ہے۔ت) (۷) صدقاتِ فطر اپنے اور اپنے اہل وعیال کے جس قدر ادانہ ہوئے ہوں (۸) جتنے نوافل فاسد ہُوئے اور ان کی قضانہ کی (۹) جو جو منّتیں مانیں اور ادانہ کیں (۱۰) زمین کا عشر یا خراج جوادا سے رہ گیا وغیرہ وغیرہ اشیائے کثیرہ،

علی ماذکر بعضها فی ردالمحتار وزاد کثیرا فی شفاء العلیل وفصل جلها فی منة الجلیل فراجعها ان اردت التفصیل وافاد فی الدر المختار ضابطة کلیة ان ماکان عبادة بدنیة فان الوصی یطعم عنه بعد موته عن کل واجب کالفطرة والمالیة کالزکوٰة یخرج عنه القدر الواجب والمرکب کالحج یحج عنه رجلا من مال المیت بحر اھ[37] قلت وکلام البحر اجمع وانفع حیث قال الصلوٰة کالصوم، ویؤدی عن کل وتر نصف صاع ، وسائر حقوقه تعالٰی کذٰلك مالیا کان أوبدنیا عبادة محضة اوفیه معنی المؤنة کصدقة الفطر او عکسه کالعشر اومؤنة محضة کالنفقات او فیه معنی العقوبة کالکفارات اھ[38] (ملخصًا)	ان میں سے بعض کا تذکرہ ردالمحتار میں ہے اس پر بہت سا اضافہ شفاء العلیل میں کیا اور منۃ الجلیل میں ان میں سے بڑی بڑی کی تفصیل ہے اگر تفصیل چاہتے ہو تو اس کی طرف رجوع کرو۔ درمختار میں یہ ضابطہ کلیہ بیان کیا جس کا حاصل یہ ہے ہر وہ عبادت جو بدنی ہو (جیسے نماز) تو وصی اس کے مرنے کے بعد میّت کی طرف سے ہر واجب کے عوض صدقۃ الفطر کی مقدار فدیہ دے، اگر عبادت مالی ہو مثلاً زکوٰۃ تو وصی مقدار واجب میّت کی طرف سے ادا کرے اور اگر مالی اور بدنی کا مرکب ہو جیسے حج تو کسی شخص کو بھیج کر میّت کے مال سے حج کرائے کذا فی البحر اھ۔ **قلت** بحر کا کلام بہت جامع اور نافع ہے اس کے الفاظ یہ ہیں کہ نماز، روزے کی طرح ہے اور ہر وتر کے عوض نصف صاع ادا کیا جائے اور اللہ تعالٰی کے بقیہ حقوق کا معاملہ بھی اسی طرح ہے خواہ وُہ مالی ہوں یا بدنی، عبادت محضہ ہوں یا اس میں ذمہ داری کا پہلو بھی ہو مثلاً صدقۃ الفطر یا اس کا عکس ہو مثلاً عشر یا اس میں محض ذمّہ داری ہو مثلاً نفقات یا اس میں معنی عقوبت ہو مثلاً کفارات اھ (ملخصًا) (ت)

ان کے لیے کوئی حد معین نہیں کرسکتے اس قدر ہونا چاہئے کہ براءت ذمہ پر ظن حاصل ہو واللہ تعالٰی یقبل الحسنات ویقیل السیئات (اللہ تعالٰی حسنات کو قبول کرے اور برائیوں کو ختم کرے۔ت)

[37] الدرالمختار کتاب الصوم فصل فی العوارض مجتبائی دہلی ۱/۱۵۳

[38] البحرالرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۸۵

ان ہزاروں لاکھوں بار کے ہیر پھیر کی دقّت دیکھئے اور اس ہندی طریقہ کی سہولت کہ ایک ہی دفعہ میں اُس کے اور اس کی سات ے پشت کے تمام انواع واقسام کے فدیے، کفارے، مواخذے دو حرف کہنے میں معًا ادا ہو سکتے ہیں تو اوّل تا آخر تمام علمائے مذہب کا اس کلفت کے اختیار اور اس سہولت کے ترک پر اتفاق قرینہ واضحہ ہے کہ اُن کے نزدیک اُس آسانی کی طرف راہ نہ تھی ورنہ اسے چھوڑ کر اس مشقت پر اطباق نہ ہوتا بالجملہ دین سے فدیہ ادا کرنے کی دو ۲ صورتیں ہیں:

ایک وہ کہ درمختار کتاب الوصایا عبارت مذکورہ سابقًا میں ذکر فرمائی کہ مدیون سے دین وصول کرکے بعد قبضہ پھر اسے فدیہ میں دے دے۔

دوسری وُہ کہ درمختار کتاب الزکوٰۃ میں مذکور ہُوئی کہ مال فدیہ میں دے کر آتے میں واپس کرے اگر مدیون نہ دینا چاہے ہاتھ بڑھا کر لے لے کہ اپنا عین حق لیتا ہے،

حیث قال وحیلۃ الجواز ان یعطی مدیونہ الفقیر زکوٰتہ ثم یاخذھا عن دینہ ولو امتنع المدیون مدیدہ واخذھا لکونہ ظفر بجنس حقہ فان مانعہ رفعہ للقاضی[39]۔	اس کے الفاظ یہ ہیں مال موجود کی زکوٰۃ دَین سے ادا کرنے کی تدبیر یہ ہے کہ فقیر مقروض کو اپنی زکوٰۃ حوالہ کردے پھر اس سے دَین کے عوض زکوٰۃ کی رقم واپس لے لے، اگر مقروض نہ دے تو اس کا ہاتھ پکڑ کر چھین لے کیونکہ یہ اسے اس کے حق کی جنس ملی ہے پھر اگر مدیون فقیر مزاحمت کرے تو اس کو قاضی کے پاس لے جائے کہ وہ اس سے دِلوادے گا۔ (ت)

اسی طرح ذخیرہ وہندیہ واشباہ وغیرہا میں ہے باقی یہ صورت کہ جو دَین فقیر پر آتا تھا یا اب اس کے ہاتھ کچھ بیچ کر مدیون کرلیا یہ فدیہ میں چھوڑ دیا جائے اس کے جواز کا پتا کلماتِ علماء سے اصلًا نہیں چلتا بلکہ ظاہر عدم جواز مفہوم ہوتا ہے تو احتیاط اس میں ہے کہ جب تک مشائخ مذہب سے اُس کے جواز کے پتے کی تصریح نہ ملے ایسے امر پر اقدام نہ کیا جائے **ھذا ماظھر لی والعلم بالحق عند ربی** (یہ مجھ پر ظاہر ہُوا ہے اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ت)

فائدہ: علماء نے حتی الامکان تقلیل دور پر نظر فرمائی ہے، علامہ شمس قہستانی نے تین صاع سے دَور فرض کیا کہ ہر بار میں ایک دن کامل کی نماز ادا ہو۔ احکام الجنائز میں چار ہزار بہتّر ۴۰۷۲ درہم سے دَور رکھا کہ اُن اعصار وامصار کے حساب سے ہر دَور میں ایک سال کی نماز کا فدیہ ہو۔ ردالمحتار میں دَور یک سالہ

[39] الدرالمختار کتاب الزکوٰۃ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

ذکر کرکے کہااس سے زیادہ قرض لے تو ہر بار میں زیادہ ساقط ہو،

ویشمل کل ذلك وما سواہ مافی منة الجلیل ومماتعارفه الناس ونص علیه اھل المذھب ان الواجب اذاکثر اداروا صرة مشتملة علی نقوداوغیرھا کجواھراوحلی اوساعة وبنواالامر علی اعتبار القیمة الخ[40]۔	یہ تمام کو شامل ہے، اس کے علاوہ جومنۃ الجلیل میں ہے کہ جو لوگوں کے ہاں معروف ہے اسی پر اہلِ مذہب نے تصریح کی کہ جب واجب کثیر ہوں تو ایک تھیلی میں نقدی وغیرہ مثلاً جواہر، ہار، زیور ڈال کر دَور کریں تو فقہاء نے قیمت کا اعتبار کیا ہے الخ (ت)

یہ سب واضحات ہیں اور ہر فہیم بعد ادراک حساب حتی المقدور تخفیف دَور کرسکتا ہے یہاں تک کہ اگر ممکن ہو کہ جس قدر اموال تمام فدیوں، کفاروں، مطالبوں کی بابت محسوب ہوئے سب دفعۃً تھوڑی دیر کے لیے کسی سے قرض مل سکیں تو دَور کی حاجت ہی نہ رہے گی کہ کوئی شے اُتنے اموال کے عوض فقیر کے ہاتھ بیچے ،اور اگر کفارہ قسم بھی شامل ہے تو دس کے ہاتھ۔ پھر وُہ اموال قرضہ گرفتہ فدیہ میں دے کر شیئ مبیع کو ثمن میں لے لے اور حسبِ مقدرت فقراء کو کچھ دے کر اُن کا دل خوش کردے، ہنوز اس مسئلہ میں بہت تفاصیل باقی ہیں کہ بخیال طول ان کے ذکر سے عنان کشی ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۹) دینے والے کی نیت کافی ہے لفظ کی حاجت نہیں،

کما صرحوابه فی الزکوٰة وقال العلامة السید الحموی فی شرح الاشباہ والنظائر العبرة لنیة الدافع لالعلم المدفوع الیه اھ[41] و فی ردالمحتار لا اعتبار للتسمیة الخ[42] و قد فصلناہ فی زکوٰة فتاوٰنا۔	جیسا کہ مسئلہ زکوٰۃ میں اس کی تصریح موجود ہے علامہ سیّد حموی نے شرح الاشباہ والنظائر میں فرمایا دینے والے کی نیت کا اعتبار ہے، اسے معلوم ہونا ضروری نہیں جسے دی جارہی ہو اھ ردالمحتار میں ہے زبان سے نام لینے کا اعتبار نہیں الخ ہم نے اس کی پُوری تفصیل اپنے فتاوٰی کے کتاب الزکوٰۃ میں دی ہے۔ (ت)

مگر زبان سے بھی کہہ دینے کو علماء مناسب بتاتے ہیں یہاں تک کہ طریقہ ادا میں میّت کے باپ دادا تک کا نام لینا فرماتے ہیں کہ مسکین سے کہا جائے یہ مال تجھے فلاں بن فلاں کے اتنے روزوں یا اتنی

40 منۃ الجلیل، رسالہ من رسائل ابن عابدین، الرسالۃ الثامنۃ، سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۲۱۲

41 غمز عیون البصائر مع الاشباہ والنظائر کتاب الزکوٰۃ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۲۲۱

42 ردالمحتار کتاب الزکوٰۃ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/۱۱

نمازوں کے فدیہ میں دیا، وہ کہے میں نے قبول کیا، شرح نقایہ علامہ قہستانی میں ہے:

ینبغی ان یقول الدافع للمسکین فی کل مرۃ انی ادفعك مال کذافدیہ صوم کذا لفلان بن فلان المتوفی ویقول المسکین قبلتہ[43]۔	مسکین کو دینے والا ہر دفعہ کہے میں تجھے فلاں بن فلاں میت کی طرف سے فدیہ صوم کے طور پر مال دے رہا ہُوں اور مسکین کہے میں نے اسے قبول کیا۔(ت)

منحۃ الخالق و شرح ہدایۃ ابن عمار و احکام الجنائز میں ہے:

یقول المسقط لواحد من الفقرأ ھکذا افلان بن فلان ویذکر اسمہ و ابیہ. فاتتہ صلوات سنۃ ، ھذہ فدیتھا من مالہ.نملکك ایاھا ویعلم ان المال المدفوع الیہ صار ملگالہ ثم یقول الفقیر ھکذا وانا قبلتھا وتملکتھا منک[44]۔	وارث فقراء میں سے کسی ایک کویُوں کہے کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، میت کانام اس کے والد کانام ذکر کرکے کہے اس کی سال کی نمازیں فوت ہوگئی تھیں ہم ان کے فدیہ کے طور پر اس مال کا تجھے مالک بنارہے ہیں، اور وُہ مال فقیر کی ملک میں چلانا معلوم کرے، پھر فقیریُوں کہے میں نے قبول کیااور تجھ سے اسے اپنی مِلک میں لیا۔(ت)

پُرظاہر کہ یہ سب اولویتیں ہیں جن پر توقف ادانہیں،

کما علمت فلا نظرلما یوھمہ کلام الفاضل المعاصر فی منۃ الجلیل حیث قال و یدفع عن الجنایۃ علی الحرم والاحرام مما یوجب دما او صدقۃ نصف صاع اودون ذٰلك فلابد من التعرض لاخراجھا بان یقال خذھذا عن جنایۃ علی حرم او احرام اھ[45] وانما الواجب التعرض فی النیۃ والقول یعم النفسی	جیسا کہ آپ جان چکے، اس کی طرف توجہ نہ کی جائے جس کا وہم فاضل معاصر کے رسالہ منۃ الجلیل میں کلام سے پیدا ہو رہا ہے انہوں نے کہا حرم اور احرام میں جس جنایت کی وجہ سے دم لازم آیا ہو یا نصف صاع صدقہ یااس سے کم صدقہ لازم آیا ہو تواس کے نکالتے وقت یہ کہنا ضروری ہے کہ یہ حرم یا احرام میں جنایت کا فدیہ ہے تو اُسے وصول کراھ کیونکہ تعرض نیت میں ضروری ہے اور قول کلامِ نفسی

43 جامع الرموز فصل موجب الافساد مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۱۷-۳۷۰

44 منحۃ الخالق حاشیہ بحر الرائق باب قضاء الفوائت ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۹۰

45 منۃ الجلیل رسالہ من رسائل ابن عابدین الرسالۃ الثامنۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۲۲۴

فافھم ،واللہ تعالٰی اعلم۔	کو شامل ہوتا ہے، فافہم واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۱۰) متعدد فرق ہیں:

(۱) شیخ فانی اپنی حیات میں روزہ کا فدیہ دے گا اور وُہ کافی ہوگا۔ اگر زندگی میں عجز زائل ہو کر قوت نہ آجائے مگر نماز کا فدیہ نہیں دے سکتا کہ اس سے عجز مستمر متحقق نہیں ہوتا مگر دمِ واپسیں کھڑے ہو کر نہ ہوسکے بیٹھ کر پڑھے، بیٹھ کر نہ ہوسکے لیٹ کر اشارہ سے پڑھے۔

(۲) شیخ فانی پر روزہ کا فدیہ حیات میں دینا واجب ہے اگر قادر ہو، بعد مرگ وجوب نہیں جب تک اپنے مال میں وصیت نہ کرے۔

(۳) شیخ فانی کہ زندگی میں روزہ کا فدیہ دے اس کے کافی ہونے پر یقین کیا جائے گا کہ اس میں صراحۃً نص وارد، یونہی اگر فدیہ روزہ کی وصیت کرے اور فدیہ روزہ بے وصیت اور فدیہ نماز بوصیت میں شبہ ہے اور فدیہ نماز بے وصیت میں شبہ اقوی، وحسبنا اللہ ونعم الوکیل۔

(۴) زندگی میں فدیہ صوم شیخ فانی پر اس کے کل مال میں ہے اور بعد مرگ بے وصیت، بے اجازت ورثہ ثلث سے زائد میں نافذ نہ ہوگی۔

فی تنویر الابصار والدرالمختار، لومات و علیه صلوات فائتة واوصی بالکفارة یعطی لکل صلوٰة کالفطرة وکذاالوتر و الصوم وانما یعطی من ثلث ماله ولو فدی عن صلوته فی مرضه لایصح بخلاف الصوم اھ[46] ملخصا، وفی ردالمحتار اذا اوصی بفدیة الصوم یحکم بالجواز قطعا، واذالم یوص فتطوع بها الوارث فقال محمد فی الزیادات یجزیه	تنویرالابصار اور درمختار میں ہے اگر کوئی فوت ہُوا اور اس کی نمازیں رہ گئی تھیں اور اس نے کفارہ کی وصیت کی تو ہر نماز کے عوض صدقہ فطر کے برابر فدیہ دیا جائے، اسی طرح وتر اور روزے کا حکم ہے، باقی یہ فدیہ صرف اس کے تہائی مال سے ادا کیا جائیگا، اگر کسی نے اپنی نماز کا فدیہ مرضِ موت میں دیا تو صحیح نہیں بخلاف روزہ کے کہ اس کا فدیہ مرض موت میں دینا جائز ہے۔ ردالمحتار میں ہے جب کسی نے فدیہ صوم کی وصیت کی تو قطعًا جواز کا حکم دیا جائے، اور اگر اس نے وصیت نہ کی مگر وارث نے بطور نفل فدیۃً ادا کردیا تو امام محمد نے زیادات میں فرمایا اگر

---
46 درمختار باب قضاء الفوائت مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۰۱

ان شاء اللہ تعالٰی وکذا علقہ بالمشئیۃ فیما اذااوصی بفدیۃ الصلٰوۃ فاذالم یوص فالشبھۃ اقوی[47] وفی التنویروالدر فدی لزوما عن المیت ولیہ بوصیۃ وان تبرع ولیہ جاز ان شاء اللہ تعالٰی والشیخ الفانی یفدی وجوبالو موسرا ومتی قدر قضی لان استمرار العجز شرط الخلیفہ اھ [48] (الکل بالا لتقاط) وفی صوم البحر الرائق وقید بالوصیۃ لانہ لولم یأمر لایلزم الورثۃ شئی کالزکوٰۃ۔[49]	اللہ تعالٰی نے چاہا تو یہ فدیہ کفایت کرجائے گا، اسی طرح انہوں نے اسے مشیتِ باری تعالٰی سے معلق فرمایا، جب کسی نے نماز کے فدیہ کی وصیت کی تو جب اس نے وصیت نہ کی ہو تو شبہ بہت قوی ہوگا۔ نیز تنویر اور در میں ہے وصیت کی بنا پر وارث کو میّت کی طرف سے فدیہ دینا لازم ہے اور اگر وارث نے بطور احسان فدیہ دے دیا تب بھی ان شاء اللہ یہ فدیہ دینا جائز ہے، اور شیخ فانی اگر امیر ہو تو اس پر فدیہ دینا لازم ہے اور اگر روزہ رکھنے پر قادر ہوگیا تو قضا کرے کیونکہ دوام عجز کا شرط ہے یعنی فدیہ کے روزے کا خلیفہ ہونے کے لیے دوام عجز شرط ہے، یہ تمام عبارتیں اختصارًا ذکر کی گئی ہیں۔ بحر الرائق کے باب الصوم میں ہے وصیت کے ساتھ مقید اس لئے کیا کہ اگر میت وصیت نہ کرے تو ورثاء پر کوئی شئے لازم نہ ہوگی، جیسا کہ زکوٰۃ کا معاملہ ہے۔(ت)

ان کے سوا اور فرق ہیں کہ مطالعہ بحر الرائق وغیرہ سے ظاہر مگر مقدار فدیہ وغیرہ جس قدر احکام نو مسائل سابقہ میں مذکور ہوئے اُن میں فدیہ حیات وممات یکساں ہے، واللہ تعالٰی اعلم

(۱۱) نہ کنز میں ہے للشیخ الفانی وھو یفدی[50] (شیخ فانی فدیہ ادا کرے۔ت) فقط غیر فانی پر قضا فرض ہے پیش از قضا قضا آجائے تو فدیہ کی وصیت واجب، کما فی ردالمحتار وغیرہ من الاسفار (جیسا کہ ردالمحتار اور دیگر کتب میں ہے۔ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

(۱۲) انہ فی البحرا الرائق، الولی لایصوم عنہ و لا یصلی لحدیث النسائی عـــہ لایصوم	بحر الرائق میں ہے ولی میت کی طرف سے نہ روزہ رکھے نہ نماز پڑھے کیونکہ حدیث نسائی میں ہے کوئی

عـــہ: ای فی سننہ الکبری عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما (م)

47 ردالمحتار باب قضاء الفوائت مصطفی البابی مصر ۱/ ۵۴۱
48 در مختار باب مایفسد الصوم مجتبائی دہلی ۱/ ۱۵۳
49 البحر الرائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۸۴
50 کنز الدقائق فصل فی العوارض ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۰

احد عن احد ولا یصلی احد عن احد اھ[51] واللہ تعالٰی اعلم۔	شخص کسی کی طرف سے نہ روزہ رکھے اور نہ نماز پڑھے۔اھ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

[51] البحرالرائق، فصل فی العوارض، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۲/ ۲۸۵